السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک لڑکی ہے، جس کی عمر تخمیناً تیرہ برس کی ہوگی۔ اس کے باپ ماں انتقال کرگئے، اس کے دادا بھی نہیں ہیں۔ اب اس لڑکی یتیمہ کا نکاح اس کی اجازت سے اس کے چچا نے اپنے دوسرے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کردیا اور اس کے دوسرے چچا اور گھر کے سب لوگ راضی تھے، صرف اس لڑکی کے نانا راضی نہیں ہیں۔ پس یہ نکاح موافق شریعت محدیہ کے درست اور جائز ہوا یا نہیں؟ مدلل تحریر فرما دیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قالوا سبحٰنک لا علم لنا إلا ما علّمتنا إنّک أنت العليم الحكيم ۳۲ ... البقرة

''اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے۔''

بصورت صدق سوال اس ہندہ یتیمہ کا اس عمر میں فی الحقیقت بالغہ کا ہونا تصور کیا جاسکتا ہے اور اگر فی الحقیقت بالغہ نہیں ہے تو بھی شرعاً حکم بالغہ اس پر صادق آتا ہے اور اس کی اجازت سے اس کے چچا ولی اقرب نے جو شادی کردی، یہ شادی موافق شریعت محمدیہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ۔ کے درست معلوم ہوتی ہے۔

''أحمد وإسحاق: إذا بلغت اليتيمة تسع سنين فزوجت فرضيت فالنكاح جائز، ولا خيار لها إذا أدركت۔ واحتجا بحديث عائشة رضی اللہ عنها أن النبی ﷺ بنى بها، وهي بنت تسع سنين، وقد قالت عائشة رضی اللہ عنها: إذا بلغت الجارية تسع سنين فهي امرأة''

هكذا فی عون المعبود شرح سنن أبی داود لشیخنا العلامة الفهامة أبی الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی۔ دام فیضه۔ (عون المعبود ۶ / ۸۳)

''احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ جب یتیم بچی نو سال کی ہوجائے اور اس کی شادی کردی جائے اور وہ راضی ہو تو نکاح جائز ہے، بلوغت کے بعد اس کو (انکار) کا اختیار نہیں ہے۔ بطور دلیل ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت شادی کی جب وہ نو سال کی تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی ہے کہ جب کوئی بچی نو برس کی ہوجائے تو وہ عورت ہے۔ ایسا ہی ابوداود کی شرح ''عون المعبود'' میں ہے جس کے مولف ہمارے استاد علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی ہیں۔''

اس عبارت بالا سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر یتیمہ نابالغہ کا نکاح اس کے عدم رضا سے کردیا جائے، بعد ازاں وہ یتیمہ راضی ہوجائے تو بھی وہ نکاح جائز ہے، چہ جائیکہ اس سوال میں اس ہندہ یتیمہ کی رضامندی و اجازت قبل عقد نکاح کے ثابت ہے، پائی جاتی ہے۔ اور ولی مذکور کے ماسوا دیگر اولیاء کا موجود ہونا اور اس پر راضی رہنا، یہ بات بھی ثابت ہے۔ اور حکم بالغہ کا اس ہندہ پر جاری ہے۔ اور اغلب گمان یہ کہ حقیقت میں یہ ہندہ بالغہ ہے۔ پس باوجود ان وجوہات کے یہ نکاح کیوں کر درست نہ ہو؟ باقی رہی یہ بات کہ اس لڑکی کے نانا اور نانی راضی نہیں ہیں تو ان کے عدم رضا سے یہ نکاح نادرست نہیں ہوسکتا ہے۔ اولاً جمہور علماء کے نزدیک ذوی الارحام ولی نہیں ہے اور نانا ذوی الارحام میں شامل ہے اور نانی اگرچہ ذوی الارحام میں شامل نہیں ہے تاہم یہ عصبہ بھی نہیں ہے۔ (عصبہ یعنی ولی بھی نہیں ہے)۔ [مولف]

چنانچہ ''بلوغ المرام'' میں ہے:

''عن أبی هريرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ: لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها'' رواه ابن ماجه والدار قطنی، ورجاله ثقات (سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۱۸۸۲) سنن الدار قطنی ۳ / ۲۲۷)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت، عورت کا نکاح نہیں کرسکتی اور نہ عورت خود اپنی شادی کرسکتی ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ اور دار قطنی نے کی ہے۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔''

اور اس کی شرح ''سبل السلام'' میں ہے:

''فيه دليل على أن المرأة ليس لها ولاية فی الإنكاح لنفسها ولا لغيرها'' (سبل السلام ۳ / ۱۲۰)

''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو اپنا نکاح کرانے یا دوسرے کا نکاح کرانے میں ولایت کا حق نہیں ہے۔''

پس ان وجوہ سے ان دونوں کے عدم رضا کا اثر اس نکاح پر نہیں پڑسکتا ہے اور جن علماء کے نزدیک عصبات کے ماسوا ذوی الفرائض و ذوی الارحام بھی ولی ہوسکتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی عصبات مقدم ہیں ذوی الارحام

وغیرہ پر، اورنانی توکسی حال میں ولی نہیں ہوسکتی ہے۔ کما مر الآن۔

قال علی القاری الحنفی: ''الولی ھوالعصبۃ علی ترتیبھم بشرط حریۃ وتکلیف، ثم الأم، ثم ذوالرحم الأقرب فالأقرب، ثم مولی الموالات ثم القاضی'' ھکذافی عون المعبو (عون المعبود ۶ ۷۰)

''علی الترتیب عصبہ ولی ہوتا ہے، حریت اور استطاعت کی شرط کے ساتھ، پھر ماں ہوتی ہے، پھر قریبی رشتے دار اور اس سے قریب، پھر موالی، پھر قاضی۔ عون المعبود میں ایسا ہی ہے۔''

اس قول میں لفظ ''ثم الام'' کا اس سے ماں کا ولی ہونا بعد عصبات کے ثابت ہوتا ہے، لیکن مسئول عنہا میں ماں کا عدم ہونا ثابت ہے۔ اس کے ماسوا اگر ماں زندہ بھی ہوتی تو بھی ولی نہیں ہوسکتی تھی، حدیث شریف کی رو سے۔ إذا جاء نھر رسول اللہ ﷺ بطل نھر معقل!

خلاصہ ان سب عبارتوں کا یہ ہے کہ اس ہندہ کے چچا نے ہندہ کی جو شادی کرادی، یہ شادی موافق شریعت محمدیہ۔ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ۔ کے درست ہوئی اور نانا نانی کے غیر رضا سے یہ شادی نادرست نہیں ہوسکتی ہے
ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[مجموعہ مقالات، وفتاویٰ]

صفحہ نمبر 224

محدث فتویٰ